رمضان ۱۴۳۱ھ ستمبر ۲۰۱۰ء

- اہلِ ایمان کا باہمی اختلاف یا اتحاد؟
- اہلِ حدیث سے مراد: محدثینِ کرام اور اُن کے عوام دونوں ہیں
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ماں اور انبیاء کے وسیلے سے دعا
- مسئلہ تراویح اور الیاس گھمن کا تعاقب
- اونٹ کے آنسو اور ظلم کا خاتمہ

حضرو اٹک: پاکستان

فقہ الحدیث
حافظ زبیر علی زئی

اہلِ ایمان کا باہمی اختلاف یا اتحاد؟

۲۳۷) وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال :سمع النبي قومًا يتدارؤون في القرآن فقال :((إنما هلك من كان قبلكم بهذا ، ضربوا كتاب اللّٰه بعضه ببعض و إنما نزل كتاب اللّٰه يصدق بعضه بعضًا فلا تكذبوا بعضه ببعض فما علمتم منه فقولوا وما جهلتم فكلوه إلى علمه .))

رواه أحمد وابن ماجه . اورعمرو بن شعیب (بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے روایت ہے، انھوں نے اپنے ابا (شعیب بن محمد) سے، انھوں نے اُن کے دادا (سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے ایک قوم کو قرآن کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے سُنا تو فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس کے ساتھ ہلاک ہوئے، انھوں نے کتاب اللہ کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا دیا اور کتاب اللہ تو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے نازل ہوئی تھی لہٰذا تم بعض کو بعض سے ٹکرا کر نہ جھٹلاؤ، پھر جو جانتے ہو تو وہ کہو اور جو نہیں جانتے تو اسے اس کے عالم کے سپرد کر دو۔

اسے احمد (۱۸۵/۲ ح ۶۷۴۱ واللفظ لہ) اور ابن ماجہ (۹۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: مسند احمد کی سند ضعیف ہے۔

مسند احمد کی روایت میں امام ابن شہاب الزہری مدلس ہیں۔

دیکھئے علل الحدیث لابن ابی حاتم (۳۲۴/۱ ح ۹۶۴) شرح معانی الآثار للطحاوی (۵۵/۱ باب مس الفرج) اور طبقات المدلسین لابن حجر (۱۰۲/۳ طبقہ ثالثہ)

اور یہ روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور وہ تقدیر کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا یعنی اختلاف کر رہے تھے۔ غصے کی وجہ سے

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا گویا کہ انار نچوڑ دیا گیا تھا، پھر آپ نے فرمایا:

((**بهذا أمرتم أو لهذا خلقتم ؟ تضربون القرآن بعضه ببعضٍ، لهذا هلكت الأمم قبلكم .**)) کیا تمھیں اس کا حکم دیا گیا ہے یا کیا تم اس کے لئے پیدا کئے گئے ہو؟ تم قرآن کو ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہو! تم سے پہلے والی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔الخ (سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی ص ۳۱)

اس کی سند حسن ہے اور بوصیری نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(تسہیل الحاجہ فی تحقیق سنن ابن ماجہ قلمی ص ٦ ح ٨٦)

فقہ الحدیث:

۱: تقدیر کے مسئلے میں اہلِ ایمان کا باہمی اختلاف جائز نہیں ہے۔

۲: کتاب اللہ کو ایک دوسرے سے ٹکرانا ہلاک شدہ اُمتوں (مثلاً یہود و نصاریٰ) کا وطیرہ ہے۔

۳: کتاب اللہ میں کوئی تعارض نہیں ہے اور اسی طرح قرآن و حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔

۴: اگر مناسب نتیجہ نکلنے کی اُمید ہو تو کتاب و سنت کے منافی اُمور کا سختی سے رد کرنا بھی جائز ہے۔

۵: رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی تربیت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔

٦: کتاب و سنت کے خلاف اُمور میں مداہنت اور نرمی ناجائز ہے۔

۷: رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔

۸: کتاب و سنت کے خلاف اُمور پر غصہ آجانا فطری اور قابلِ تعریف ہے۔

۹: شریعتِ اسلامیہ میں اہل ایمان کا باہمی اتحاد ہر حال میں ضروری ہے۔

۱۰: بطورِ فائدہ عرض ہے کہ ''اختلاف أمتي رحمة'' [میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے] کے الفاظ سے جو حدیث بیان کی جاتی ہے، اس کی کوئی سند کسی کتاب میں موجود

نہیں بلکہ یہ موضوع روایت ہے جس کا بیان کرنا حلال نہیں ہے۔

۲۳۸) وعن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :((أنزل القرآن علی سبعة أحرف لكل آية منها ظهر و بطن ولكل حد مطلع .))

رواه في شرح السنة . اور (سیدنا عبداللہ) بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے، ہر آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن (یعنی ظاہری اور باطنی معنی) ہے اور ہر حد (انتہا) کے لئے ایک مقام ہے۔

اسے (بغوی نے) شرح السنہ (۱/۲۶۳ تحت ح ۱۲۲) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔

یہ روایت شرح السنۃ میں مکمل سند کے بغیر ہے (ص ۲۶۳ ج ۱) لیکن تفسیر ابن جریر الطبری (ج ۱ ص ۹) میں اس کی سند موجود ہے۔ یہ سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: واصل بن حیان الاحدب کا استاد (عمن ذکرہ) مجہول ہے۔

۲: مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔

۳: محمد بن حمید الرازی سخت ضعیف اور جمہور کے نزدیک مجروح ہے۔

تفسیر ابن جریر میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں محمد بن حمید الرازی سخت ضعیف، مہران بن ابی عمر کی سفیان ثوری والی روایات میں غلط کثیر، سفیان ثوری مدلس اور ابراہیم بن مسلم الہجری لین الحدیث (ضعیف) ہے۔

شرح السنہ (۱/۲۶۲ ح ۱۲۲) میں حسن بصری رحمہ اللہ سے اس مفہوم کی ایک مرسل روایت ہے، جس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

صحیح ابن حبان (الاحسان: ۷۵) میں اس مفہوم کی ایک مختصر روایت ہے جس کی سند محمد بن عجلان اور ابو اسحاق السبیعی دو مدلسوں کی تدلیس (عن عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

تنبیہ: قرآن کا سات حرفوں میں نازل ہونا بالکل صحیح ہے۔

دیکھئے مسند احمد (٢/٣٠٠) صحیح ابن حبان (٧۴ وسندہ صحیح) اور میری کتاب: توفیق الباری فی تطبیق القرآن و صحیح البخاری (ص٧٢۔٧۵)

٢٣٩) وعن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :((العلم ثلاثة : آية محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلة وما كان سوى ذلك فهو فضل .))

رواه أبو داود و ابن ماجه .

اور (سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم تین ہیں: محکم آیت یا سنتِ قائمہ یا فریضۂ عادلہ اور ان کے سوا جو کچھ ہے وہ زیادہ یا فضول ہے۔ اسے ابوداود (٢٨٨۵) اور ابن ماجہ (۵۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی اور اس کا استاد عبدالرحمٰن بن رافع التنوخی دونوں ضعیف ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (٣٨٦٢، ٣٨۵٦) اور کتب اسماء الرجال

تنبیہ: محکم آیت سے مراد وہ آیت ہے جس کا مطلب صاف اور واضح ہے، تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ سنتِ قائمہ سے مراد قائم ودائم اور ثابت شدہ سنت ہے۔

فریضہ عادلہ سے مراد عدل وانصاف والا فرض ہے، جس میں لوگوں کے لئے خیر ہی خیر ہے۔

یہ مختصر لغوی تشریح بطورِ فائدہ و تفہیم کردی ہے اور ضعیف روایت کے فقہ الحدیث کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

اعلان

محترم محمد زبیر صادق آبادی صاحب کے مضمون ''مسئلہ تراویح اور الیاس گھمن کا تعاقب'' کی وجہ سے ''زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی روایات اور ان کی تحقیق'' والا تحقیقی مقالہ اس رسالے (عدد ٧٦) سے نکال کر آنے والے رسالے (عدد ٧٧) میں منتقل کردیا گیا ہے لہٰذا قارئینِ کرام منتظر رہیں۔ ان شاء اللہ

(حافظ شیر محمد)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

اَہلِ حدیث سے مراد: محدثینِ کرام اور اُن کے عوام دونوں ہیں

سوال آج کل بعض لوگ کہتے ہیں: ''اہلِ حدیث سے مراد صرف محدثینِ کرام ہیں، محدثین کے عوام نہیں ہیں۔'' کیا ان لوگوں کی یہ بات صحیح ہے؟ (ایک سائل)

الجواب ان لوگوں کی یہ بات بالکل غلط اور خود ساختہ ہے اور حق یہ ہے کہ اہلِ حدیث سے (صحیح العقیدہ) محدثین کرام اور حدیث پر عمل کرنے والے اُن کے عوام دونوں مراد ہیں۔ اس کی فی الحال دس (۱۰) دلیلیں پیشِ خدمت ہیں:

۱) علمائے حق کا اجماع ہے کہ طائفہ منصورہ (فرقۂ ناجیہ) سے مراد اہلِ حدیث ہیں لہٰذا عرض ہے کہ جب محدثینِ کرام جنت میں تشریف لے جائیں گے تو کیا اُن کے عوام باہر کھڑے رہیں گے؟!

۲) امامِ اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**صاحب الحدیث عندنا من یستعمل الحدیث**'' ہمارے نزدیک اہلِ حدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۰۸ وسندہ صحیح)

۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم اہلِ حدیث کا یہ مطلب نہیں لیتے کہ اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جنھوں نے حدیث سُنی، لکھی یا روایت کی ہے بلکہ اس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہر آدمی جو اس کے حفظ، معرفت اور فہم کا ظاہری و باطنی لحاظ سے مستحق ہے اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی اتباع کرتا ہے اور یہی معاملہ اہلِ قرآن کا ہے۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج۴ ص ۹۵، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۹ ص ۳۲)

حافظ ابن تیمیہ کی اس تشریح سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث سے مراد دو قسم کے لوگ ہیں: محدثینِ کرام اور اُن کے عوام۔

٤) حافظ ابن حبان نے اہلِ حدیث کی درج ذیل صفت بیان کی:
وہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے مخالفین کا قلع قمع کرتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ٦١٢٩، الحدیث حضرو: ٢٩ص ٢٣)

٥) ثقہ امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ (متوفی ٢٥٩ھ) نے فرمایا: دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہلِ حدیث سے بغض نہیں رکھتا۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ٤ وسندہ صحیح)

یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ صحیح العقیدہ محدثینِ کرام اور اُن کے عوام دونوں سے اہلِ بدعت بہت بغض رکھتے ہیں۔

٦) قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اُن کے امام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ (دیکھئے سورۃ بنی اسرائیل: ٧١)

اس کی تشریح میں حافظ ابن کثیر نے بعض سلف (صالحین) سے نقل کیا کہ یہ آیت اہلِ حدیث کی سب سے بڑی فضیلت ہے، کیونکہ اُن کے امام نبی ﷺ ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ٤/ ١٦٤، دیکھئے الحدیث حضرو: ٢٩ص ٢٨)

محدثینِ کرام اور اُن کے عوام دونوں نبی کریم ﷺ کو ہی اپنا امام یعنی امام اعظم سمجھتے ہیں۔

٧) حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنے مشہور قصیدے نونیہ میں فرمایا:
اے اہلِ حدیث سے بغض رکھنے اور گالیاں دینے والے، تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی بشارت ہو۔ (الکافیہ الشافیہ ص ١٩٩، الحدیث حضرو: ٢٩ص ٢٨)

دنیا میں آپ جہاں بھی چلے جائیں، یہ دیکھیں گے کہ محدثینِ کرام اور اُن کے عوام سے تمام اہلِ بدعت بغض رکھتے ہیں اور بسا اوقات گالیاں بھی دیتے ہیں۔

٨) جلال الدین سیوطی نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر: ٧١ کی تفسیر میں نقل فرمایا:
اہلِ حدیث کے لئے اس سے زیادہ فضیلت والی دوسری کوئی بات نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے سوا اہلِ حدیث کا کوئی امام نہیں ہے۔ (تدریب الراوی ج ٢ص ١٢٦، نوع ٢٧)

محدثینِ کرام کی طرح اُن کے عوام بھی علانیہ طور پر نبی کریم ﷺ کو ہی اپنا امام (یعنی

امام اعظم) قرار دیتے ہیں اور یہی اُن کا منہج و ایمان ہے۔

۹) ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے ملک شام وغیرہ کی سرحدوں پر رہنے والے مسلمانوں کے بارے میں کہا: وہ سب اہلِ سنت میں سے اہلِ حدیث کے مذہب پر ہیں۔ (اصول الدین ص ۳۱۷)

یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ صرف محدثینِ کرام ہی مذکورہ سرحدی علاقوں میں رہتے تھے اور وہاں اُن کے عوام موجود نہیں تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ عبدالقاہر بغدادی کے نزدیک محدثین کے عوام بھی اہلِ حدیث ہیں۔

۱۰) ابو عبداللہ محمد بن احمد بن البناء المقدسی البشاری (متوفی ۳۸۰ھ) نے اپنے دور کے اہلِ سندھ کے بارے میں لکھا:

''مذاهبهم أكثرهم أصحاب حديث و رأيت القاضي أبا محمد المنصوري داوديًا إمامًا في مذهبه وله تدريس و تصانيف، قد صنّف كتبًا عدّة حسنةً .''

ان (سندھیوں) کے مذاہب: ان میں اکثر اہلِ حدیث ہیں اور میں نے قاضی ابو محمد المنصوری کو دیکھا، وہ داود ظاہری کے مسلک پر اپنے مذہب (اہلِ ظاہر) کے امام تھے، وہ تدریس بھی کرتے ہیں اور کتابیں بھی لکھی ہیں، انھوں نے بہت سی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔

(احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ص ۳۶۳)

بشاری نے سندھیوں کی اکثریت کو اہلِ حدیث قرار دے کر یہ ثابت کر دیا کہ محدثین کرام کی طرح صحیح العقیدہ عوام بھی اہلِ حدیث ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی دلائل ہیں اور ہمارے علم کے مطابق کسی مستند محدث یا معتبر عالم سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ اہلِ حدیث سے مراد صرف محدثینِ کرام ہیں، اور یہ کہ محدثین کرام تو گزر چکے ہیں اور اب کوئی محدث دنیا میں باقی نہیں رہا اور نہ یہ ثابت ہے کہ کتاب و سنت پر (تقلید کے بغیر) عمل کرنے والے محدثینِ کرام کے عوام اس سے مراد نہیں ہیں۔

(۳۱/ مارچ ۲۰۱۰ء)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ماں اور انبیاء کے وسیلے سے دعا

سوال کیا یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد (رضی اللہ عنہا) کی وفات پر "بحق نبيك و الأنبياء الذين من قبلي "یعنی انبیاء کے وسیلے سے دعا مانگی تھی؟ (ایک سائل)

الجواب روح بن صلاح کی بیان کردہ ایک روایت میں آیا ہے:

" حدثنا سفيان الثوري عن عاصم الأحول عن أنس بن مالك قال:
لمّا ماتت فاطمة بنت أسد بن هاشم أمّ علي، دخل عليها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فجلس عند رأسها فقال: رحمك الله يا أمي، كنتِ أمي بعد أمي ، تجوعين وتشبعيني و تعرين و تكسونني و تمنعين نفسك طيّب الطعام و تطعميني ، تريدين بذلك وجه الله والدار الآخرة ، ثم أمر أن تغسل ثلاثًا و ثلاثًا ، فلما بلغ الماء الذي فيه الكافور سكبه عليها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بيده ، ثم خلع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قميصه فألبسه اِيّاه و كفّنت فوقه ، ثم دعا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أسامة بن زيد و أبا أيوب الأنصاري و عمر بن الخطاب وغلامًا أسود ليحفروا فحفروا قبرها فلما بلغوا اللحد حفره رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بيده و أخرج ترابه بيده، فلما فرغ دخل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاضجع فيه وقال:
الله الذي يحيي و يميت و هوحي لا يموت ، اغفر لأمي فاطمة بنت أسد و لقنها حجتها و وسّع عليها مدخلها بحق نبيك والأنبياء الذين من قبلي، فإنك أرحم الراحمين ، ثم كبّر عليها أربعًا ، ثم أدخلوها القبر هو والعباس وأبو بكر الصديق رضي الله عنهم . "

ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی ، انھوں نے (عن کے ساتھ) عاصم الاحول سے ، انھوں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے ، انھوں نے فرمایا:

جب علی کی والدہ: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم (رضی اللہ عنہا) فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے پھر آپ اُن کے سر کی طرف بیٹھ گئے تو فرمایا: اے میری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے، میری (حقیقی) ماں کے بعد تُو میری ماں تھی، تُو خود بھوکی رہتی اور مجھے خوب کھلاتی، تو کپڑے (چادر) کے بغیر سوتی اور مجھے کپڑا پہناتی، تو خود بہترین کھانا نہ کھاتی اور مجھے کھلاتی تھی، تمھارا مقصد اس (عمل) سے اللہ کی رضامندی اور آخرت کا گھر تھا۔

پھر آپ نے حکم دیا کہ انھیں تین، تین دفعہ غسل دیا جائے، پھر جب اس پانی کا وقت آیا جس میں کافور (ملائی جاتی) ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے اُن پر پانی بہایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اُتار کر اُنھیں پہنا دی اور اسی میں انھیں کفن دیا گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید، ابو ایوب الانصاری، عمر بن الخطاب اور ایک کالے غلام کو بلایا تاکہ قبر تیار کریں پھر انھوں نے قبر کھودی، جب لحد تک پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے مٹی باہر نکالی پھر جب فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ گئے اور فرمایا:

اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ جاوید ہے کبھی نہیں مرے گا۔

(اے اللہ!) میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس کی دلیل انھیں سمجھا دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے حق (وسیلے) سے ان کی قبر کو وسیع کر دے، بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔

پھر آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں، پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)، عباس اور ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہما (تینوں) نے اسے قبر میں اتار دیا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ۱/۱۵۲۔۱۵۳ ح ۱۹۱، وقال: ''تفرد بہ روح بن صلاح'' وعنہ ابو نعیم الاصبہانی فی حلیۃ الاولیاء ۳/۱۲۱، وعندہ: یرحمک اللہ... الحمد للہ الذی یحیی ....، وعنہ ابن الجوزی فی العلل المتناہیہ ۱/۲۶۸۔۲۶۹ ح ۴۳۳)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

اول: اس کا راوی روح بن صلاح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

ابن عدی نے کہا: '' و في بعض حديثه نكرة ''

اور اس کی بعض حدیثوں میں منکر روایات ہیں۔ (الکامل ۳/۱۰۰۶، دوسرا نسخہ ۴/۶۳)

ابن یونس المصری نے کہا: '' روت عنه مناكير '' اس سے منکر روایتیں مروی ہیں۔

(تاریخ الغرباء بحوالہ لسان المیزان ۲/۴۶۶، دوسرا نسخہ ۳/۱۱۰)

امام دارقطنی نے کہا: '' كان ضعيفًا فى الحديث ، سكن مصر ''

وہ حدیث میں ضعیف تھا، مصر میں رہتا تھا۔ (المؤتلف والمختلف ۳/۱۳۷۷)

ابن ماکولا نے کہا: '' ضعفوه فى الحديث '' انھوں نے اُسے حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (الاکمال ۵/۱۵، باب شابہ وشبانہ وسیابہ)

حافظ ذہبی نے کہا: '' له مناكير '' اس کی منکر روایتیں ہیں۔ (تاریخ الاسلام ۱۷/۱۶۰)

ابن الجوزی نے روح بن صلاح کو اپنی کتاب المجروحین (۱/۲۸۷) میں ذکر کیا اور اس کی بیان کردہ حدیثِ مذکور کو '' الأحاديث الواهية '' یعنی ضعیف احادیث میں ذکر کیا۔

(دیکھئے العلل المتناہیہ: ۴۳۳)

احمد بن محمد بن زکریا بن ابی عتاب ابوبکر الحافظ البغدادی، اَخو میمون (متوفی ۲۹۶ھ) نے کہا: ہمارا اس پر اتفاق ہوا کہ مصر میں علی بن الحسن السامی، روح بن صلاح اور عبدالمنعم بن بشیر تینوں کی حدیثیں نہ لکھیں۔

(لسان المیزان ۴/۲۱۳۔۲۱۴، سوالات البرقانی الصغیر: ۲۰، بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ وسندہ صحیح)

ابن عدی، ابن یونس، دارقطنی، ابن ماکولا، ذہبی، ابن جوزی اور احمد بن محمد بن زکریا البغدادی (سات محدثین) کے مقابلے میں حافظ ابن حبان نے روح بن صلاح کو کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۸/۲۴۴)

حاکم نے کہا: '' ثقه مأمون، من أهل الشام '' (سوالات مسعود بن علی السجزی: ۶۸ ص ۹۸)

اور یعقوب بن سفیان الفارسی نے اس سے روایت لی۔

(موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب ۲/۹۶، وفیہ علی بن احمد بن ابراہیم البصری شیخ الخطیب)

مختصر یہ کہ جمہور علماء کی جرح کے مقابلے میں تین کی توثیق مردود ہے۔

دوم: روح بن صلاح (ضعیف) اگر بفرضِ محال ثقہ بھی ہوتا تو یہ سند سفیان ثوری (مدلس) کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سفیان ثوری کے بارے میں محمد عباس رضوی بریلوی نے کہا:

''یعنی سفیان مدلس ہےاور روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔''

(مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ٦٧ ص ١١۔٣٢

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ سوال میں روایتِ مذکورہ غیر ثابت ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

نیز دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی (١/٣٢٦۔٣٢٤ ح ٢٣وقال: ضعیف)

وما علینا إلا البلاغ (٢/جنوری ٢٠١٠ء)

شذرات الذہب — ابومعاذ

مچھر کا خون

ابوالحکم عبدالرحمٰن بن ابی نعم البجلی الکوفی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس حاضر تھا اور ایک آدمی نے اُن سے (حالتِ احرام میں) مچھر کے خون کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تُو کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے کہا: میں اہلِ عراق میں سے یعنی عراقی ہوں۔ انھوں نے فرمایا: اسے دیکھو! یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہا ہے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (سیدنا ومحبوبنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا ہے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا: یہ دونوں (یعنی سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(صحیح بخاری: ٥٩٩٤)

حافظ زبیر علی زئی

سلف صالحین اور تقلید

(قسط نمبر۲)

۳۵) ثقہ وصدوق عندالجمہور امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۱ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

۳۶) ثقہ حافظ عابد امام ابوسفیان وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) بقولِ سیوطی تقلید کرنے والے نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

۳۷) ثقہ حافظ فاضل ابوزکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ) کے بارے میں سیوطی نے کہا کہ انھوں نے اپنے سے پہلے کسی ایک امام کی بھی تقلید نہیں کی۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

۳۸) ثقہ امام ابوعوف حمید بن عبدالرحمٰن بن حمید الرواسی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

۳۹) ثقہ وصدوق اور مدلس امام ابوالعباس ولید بن مسلم القرشی الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ نمبر ۳۱

۴۰) امام بخاری کے استاذ ثقہ حافظ فقیہ امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ الحمیدی المکی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۹ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

۴۱) ثقہ ثبت فقیہ عالم جواد مجاہد امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

۴۲) ثقہ وصدوق فقیہ ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ الکوفی القاضی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۵ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

تنبیہ: حفص بن غیاث رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**كنت أجلس إلى أبي حنيفة فأسمعه**

يسأل عن مسألة في اليوم الواحد فيفتي فيها بخمسة أقاويل ، فلما رأيت ذلك تركته و أقبلت على الحديث ''میں ابوحنیفہ کے پاس بیٹھتا تھا تو ایک دن میں ہی ایک مسئلے کے بارے میں اسے پانچ مختلف فتوے دیتے ہوئے سنتا، جب میں نے یہ دیکھا تو اُسے چھوڑ دیا (ترک کر دیا) اور حدیث کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو گیا۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۵ وسندہ صحیح)

ابراہیم بن سعید الجوہری رحمہ اللہ سے اس روایت کے راوی ابوبکر احمد بن جعفر بن محمد بن سلم ثقہ تھے۔ دیکھئے التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل (۱۰۳/۱ ت ۱۳)

عبداللہ بن احمد بن حنبل (السنہ: ۳۱۶) اور احمد بن یحییٰ بن عثمان (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۷۸۹/۲) دونوں نے اُن کی متابعت کر رکھی ہے یعنی انھوں نے اسی روایت کو امام ابراہیم بن سعید الجوہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ امام حفص بن غیاث الکوفی نے اہل الرائے کا مذہب چھوڑ کر اہلِ حدیث کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ رحمہ اللہ

۴۳) ثقہ متقن امام ابوسعید یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۴ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱

۴۴) ثقہ وصدوق حافظ ابوداود سلیمان بن داود بن الجارود الطیالسی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱

۴۵) ثقہ ثبت امام ابوالولید ہشام بن عبدالملک الباہلی الطیالسی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱

۴۶) ثقہ امام ابوعمرو محمد بن ابراہیم بن ابی عدی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱

۴۷) ثقہ وصدوق وثقہ الجمہور امام محمد بن جعفر الہذلی البصری المعروف: غندر رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱

٤٨) ثقہ ثبت امام ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکر بن عبدالرحمٰن التمیمی النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ٢٢٦ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٤٩) ثقہ ثبت امام ابومعاویہ یزید بن زریع البصری رحمہ اللہ (متوفی ١٨٢ھ) بقولِ سیوطی مقلد نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٠) ثقہ حافظ امام ابوبشر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم الاسدی البصری رحمہ اللہ المعروف: ابن علیہ (متوفی ١٩٣ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥١) ثقہ ثبت سنی امام ابوعبیدہ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان العنبری التنوری البصری رحمہ اللہ (متوفی ١٨٠ھ) بقولِ سیوطی مقلد نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ:٤١

٥٢) ثقہ وصدوق امام ابوسہل عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید البصری رحمہ اللہ (متوفی ٢٠٧ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٣) ثقہ امام ابوالعباس وہب بن جریر بن حازم بن زید البصری الازدی رحمہ اللہ (متوفی ٢٠٦ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٤) ثقہ امام ابوبکر ازہر بن سعید السمان الباہلی البصری رحمہ اللہ (متوفی ٢٠٣ھ) بقولِ سیوطی مقلد نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٥) ثقہ ثبت امام ابوعثمان عفان بن مسلم بن عبداللہ الباہلی الصفار البصری رحمہ اللہ (متوفی ٢١٩ھ) بقولِ سیوطی کسی کے مقلد نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٦) ثقہ امام ابومحمد بشر بن عمر بن الحکم الزہرانی الازدی البصری رحمہ اللہ متوفی (٢٠٩ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٧) ثقہ ثبت امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم الشیبانی النبیل البصری رحمہ اللہ (متوفی ٢١٢ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٨) ثقہ امام ابومحمد معتمر بن سلیمان بن طرخان التیمی البصری رحمہ اللہ (متوفی ١٨٧ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣١

٥٩) ثقہ ثبت امام ابوالحسن نضر بن شمیل المازنی البصری النحوی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

٦٠) ثقہ امام ابوعمرو مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۲ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

٦١) ثقہ فاضل امام ابومحمد حجاج بن منہال الانماطی السلمی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۷ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

٦٢) ثقہ امام ابو عامر عبدالملک بن عمرو القیسی العقدی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۵ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

٦٣) ثقہ وصدوق امام ابومحمد عبدالوہاب بن عبدالمجید بن الصلت الثقفی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

٦٤) ثقہ وصدوق امام محمد بن یوسف بن واقد الضبی الفریابی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

امام فریابی نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں فرمایا:

اور ہم اہلِ حدیث کی ایک جماعت تھے۔ (الجرح والتعدیل ۶۰/۱ وسندہ صحیح، علمی مقالات ج۱ص۱۶۴)

٦٥) ثقہ وصدوق امام ابوبکر وہیب بن خالد بن عجلان الباہلی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۵ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

تنبیہ: اصل میں وہب بن خالد لکھا ہوا ہے جو کہ کاتب یا ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے، اور اگر یہ غلطی نہ ہو تو اس طبقے میں ابوخالد وہب بن خالد الحمیری الحمصی ثقہ تھے۔

دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۴۷۴

٦٦) اہلِ سنت کے ثقہ امام ابو ہشام عبداللہ بن نمیر الکوفی الہمدانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳۱

٦٧) جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے مزید فرمایا:

''ثم تلاهم علٰى مثل ذلك أحمد بن حنبل و إسحاق بن راهويه و أبو ثور و أبو عبيد و أبو خيثمة و أبو أيوب الهاشمي و أبو إسحاق الفزاري و مخلد ابن الحسين و محمد بن يحيى الذهلي و أبو بكر وعثمان ابنا أبي شيبة و سعيد بن منصور و قتيبة و مسدد و الفضل بن دكين و محمد بن المثنٰى وبندار ومحمد بن عبداللّٰه بن نمير و محمد بن العلاء و الحسن بن محمد الزعفراني و سليمان بن حرب و عارم وغيرهم ليس منهم أحد قلّد رجلاً، وقد شاهدوا من قبلهم و رأوهم فلو رأوا أنفسهم في سعة من أن يقلدوا دينهم أحدًا منهم لقلّدوا . '' پھراُن کے بعد احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، ابوعبید، ابوخیثمہ، ابوایوب الہاشمی، ابواسحاق الفزاری، مخلد بن الحسین، محمد بن یحيٰی الذہلی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، سعید بن منصور، قتیبہ، مسدد، فضل بن دکین، محمد بن المثنیٰ، بندار، محمد بن عبداللہ بن نمیر، محمد بن العلاء، حسن بن محمد الزعفرانی، سلیمان بن حرب، عارم اور اُن جیسے دوسرے آئے، اُن میں سے کسی ایک نے بھی کسی آدمی کی تقلید نہیں کی، انھوں نے پہلے لوگوں کو دیکھا اور اُن کا مشاہدہ کیا تھا لہٰذا وہ اگر اپنے دین میں کسی کی تقلید کی وسعت (جواز) پاتے تو اُن (پہلوں) میں سے کسی کی تقلید کرتے۔! (الرد علیٰ من اخلد الی الارض ص ۱۳۷)

سیوطی کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ ثقہ امام ابومحمد اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی المروزی المعروف: ابن راہویہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۸ھ) مقلد نہیں تھے۔

اُن (امام اسحاق بن راہویہ) کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

''مجتهد قرين أحمد بن حنبل '' وہ مجتہد ہیں، احمد بن حنبل کے ہم نشین ساتھی (یا جوڑ) ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۳۳۲)

۶۸) ثقہ فاضل امام ابوعبید القاسم بن سلام البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۶۹) ثقہ ثبت امام ابوخیثمہ زہیر بن حرب بن شداد النسائی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی

۲۳۴ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷۰) ثقہ جلیل القدر امام ابو ایوب سلیمان بن داود بن داود بن علی الہاشمی الفقیہ البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۹ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷۱) ثقہ حافظ امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷۲) ثقہ فاضل امام ابو محمد مخلد بن الحسین المہلبی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۱ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷۳) ثقہ حافظ امام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد الذہلی النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۲٦۸ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷۴) ثقہ حافظ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۵ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷۵) ثقہ حافظ امام ابو الحسن عثمان بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۹ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷٦) ثقہ مصنف امام ابو عثمان سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی المکی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

۷۷) ثقہ ثبت سُنی امام ابو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل الثقفی البغلانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۰ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٦٧

امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا: ''**إذا رأیتَ الرجل یحب أھل الحدیث مثل یحیی ابن سعید القطان و عبدالرحمٰن بن مھدي و أحمد بن حنبل و إسحاق بن راھویه و ذکر قومًا آخرین فإنه علی السنة و من خالف ھذا فاعلم أنه مبتدع.**'' جب تم کسی کو دیکھو کہ اہلِ حدیث سے محبت کرتا ہے، مثلاً یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ سے اور انھوں نے دوسرے لوگوں کا

ذکر کیا، تو یہ شخص سنت پر (یعنی سنی) ہے اور جو اس کے مخالف ہے تو جان لو کہ وہ بدعتی ہے۔

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۱۴۳، وسندہ صحیح)

امام یحییٰ القطان، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ یہ سب کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱، ۳۲، ۵، ۶۷ (علی الترتیب)

۷۸) ثقہ حافظ امام ابوالحسن مسدد بن مسرہد بن مسربل بن مستورد الاسدی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۸ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۷۹) ثقہ ثبت امام ابونعیم الفضل بن دکین: عمرو بن حماد التیمی الملائی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۷ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۸۰) ثقہ ثبت امام ابوموسیٰ محمد بن المثنیٰ بن عبید البصری العنزی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۲ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۸۱) ثقہ وصدوق امام ابوبکر محمد بن بشار بن عثمان العبدی البصری: بندار رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۲ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۸۲) ثقہ حافظ فاضل امام ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن نمیر الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۸۳) ثقہ حافظ امام ابوکریب محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۷ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۸۴) ثقہ امام ابوعلی الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی البغدادی صاحب الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۰ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۸۵) ثقہ امام حافظ سلیمان بن حرب الازدی البصری الواشحی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

۸۶) ثقہ وصدوق امام ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری: عارم رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) بقولِ سیوطی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۶۷

فائدہ: امام ابوالنعمان کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:

"تغیّر قبل موته فما حدّث" وہ وفات سے قبل تغیر (اختلاط) کا شکار ہوئے لیکن انھوں نے (اس حالت میں) کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ (الکاشف ج۳ ص۹۷ ت۵۱۹۷)

معلوم ہوا کہ امام ابوالنعمان کی روایات پر اختلاط کا اعتراض غلط اور مردود ہے۔

۸۷) جلال الدین سیوطی نے (غالباً حافظ ابن حزم اندلسی سے نقل کرتے ہوئے) فرمایا:

"**و لم أجد أحدًا ممن يوصف بالعلم قديمًا و حديثًا يستجيز التقليد و لا يأمربه و كذلك ابن وهب و ابن الماجشون و المغيرة بن أبي حازم و مطرف و ابن كنانة لم يقلّدوا شيخهم مالكًا في كل ما قال :بل خالفوه في مواضع و اختاروا غير قوله .**" میں نے قدیم وجدید زمانے میں کسی عالم کو تقلید کو جائز قرار دیتے یا اس کا حکم دیتے ہوئے نہیں پایا، اسی طرح ابن وہب، ابن الماجشون، مغیرہ بن ابی حازم (☆) مطرف اور (عثمان بن عیسیٰ) ابن کنانہ نے اپنے استاذ (امام) مالک کی ہر بات میں تقلید نہیں کی بلکہ انھوں نے کئی مقامات پر اُن کی مخالفت کی اور اُن کے قول کو چھوڑ کر دوسرے اقوال اختیار کئے۔ (الرد علیٰ من اخلد الی الارض ص ۱۳۷)

معلوم ہوا کہ (صدوق امام) ابومروان عبدالملک بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشون القرشی التیمی المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) سیوطی کے نزدیک تقلید نہیں کرتے تھے۔

☆ **تنبیہ:** اصل میں مغیرہ بن ابی حازم ہے جبکہ صحیح مغیرہ وابن ابی حازم ہے، جیسا کہ جوامع السیرہ لابن حزم (۳۲۶/۱، الشاملہ) سے ظاہر ہے۔ مغیرہ سے مراد ابن عبدالرحمٰن المخزومی اور ابن ابی حازم سے مراد عبدالعزیز ہیں۔

۸۸) صدوق فقیہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن عبداللہ بن عیاش المخزومی المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۸ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۸۷

۸۹) صدوق فقیہ عبدالعزیز بن ابی حازم المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۴ھ) بقولِ سیوطی

تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٨٧

٩٠) ثقہ امام ابومصعب مطرف بن عبداللہ بن مطرف الیساری المدنی ابن اخت مالک رحمہما اللہ (متوفی ٢٢٠ھ) بقولِ سیوطی تقلید نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے فقرہ:٨٧

٩١) حافظ ابن حزم اندلسی نے فرمایا:

"**ثم أصحاب الشافعي و كانوا مجتهدين غير مقلّدين كأبي يعقوب البويطي و إسماعيل بن يحيى المزني .**"

پھر شافعی (رحمہ اللہ) کے شاگرد مجتہدین غیر مقلدین تھے، جیسے ابو یعقوب البویطی اور اسماعیل بن یحییٰ المزنی (جوامع السیرۃ ج ١ ص ٣٣٣، المکتبۃ الشاملۃ)

معلوم ہوا کہ ابن حزم کے نزدیک ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ المصری البویطی صاحب الامام الشافعی رحمہ اللہ (ثقہ امام سید الفقہاء، متوفی ٢٣١ھ) غیر مقلد تھے۔

٩٢) ثقہ امام فقیہ ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل المزنی المصری رحمہ اللہ (متوفی ٢٦٤ھ) بقولِ ابن حزم غیر مقلد تھے۔ دیکھئے فقرہ:٩١

نیز دیکھئے فقرہ:٤

ابوعلی احمد بن علی بن الحسن بن شعیب بن زیاد المدائنی: **حسن الحدیث و ثقہ الجمہور** (متوفی ٣٢٧ھ) نے اپنے استاذ امام مزنی رحمہ اللہ سے نقل کیا:

جو شخص تقلید کا فیصلہ کرتا ہے تو اُسے کہا جاتا ہے: کیا تمھارے اس فیصلے کی تمھارے پاس کوئی دلیل ہے؟ اگر وہ جواب دے: جی ہاں، تو اس نے تقلید کو باطل کر دیا کیونکہ یہ فیصلہ تو دلیل کی بنیاد پر ہوا ہے نہ کہ تقلید کی بنیاد پر اور اگر وہ کہے: نہیں، تو اُس سے کہا جاتا ہے: تو نے کس لئے خون بہا دیئے، شرمگاہوں کو حلال کر دیا اور اموال ضائع کر دیئے؟ اللہ نے تجھ پر یہ سب حرام قرار دیا تھا لیکن تو نے بغیر دلیل کے حلال کر دیا... الخ (الفقیہ والمتفقہ ٦٩/٢۔٧٠ وسندہ حسن)

اس طویل کلام میں امام مزنی نے بڑے احسن اور عام فہم طریقے سے تقلید کو باطل قرار دیا۔ رحمہ اللہ

۹۳) خطیبِ مالقہ علامہ ابومحمد عبدالعظیم بن عبداللہ بن ابی الحجاج ابن الشیخ البلوی رحمہ اللہ (متوفی ٦٦٦ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی اور خلیل بن ایبک الصفدی دونوں نے کہا:

"**وله اختيارات لا يقلّد فيها أحدًا**" اوران کے خاص مسائل تھے، وہ ان میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ الاسلام ج۴۹ ص۲۲۶، الوافی بالوفیات ج۱۹ ص۱۲)

۹۴) سیوطی نے حافظ ابن حزم سے نقل کیا:

"**و من آخر ما أدركنا علىٰ ذلك شيخنا أبو عمر الطلمنكي فما كان يقلّد أحدًا و ذهب إلىٰ قول الشافعي في بعض المسائل و الآن محمد بن عوف لا يقلّد أحدًا و قال بقول الشافعي في بعض المسائل .**" اورآخر میں ہم نے جنھیں پایا ہے، ہمارے استاذ ابوعمر الطلمنکی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے اور بعض مسائل میں انھوں نے شافعی کے قول پر فتویٰ دیا اور اب محمد بن عوف (؟) کسی کی تقلید نہیں کرتے اور بعض مسائل میں انھوں نے شافعی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (الرد علیٰ من اخلد الی الارضِ ص ۱۳۸)

ثابت ہوا کہ ثقہ امام حافظ ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ المعافری الاندلسی الطلمنکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۹ھ) حافظ ابن حزم کے نزدیک کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

امام طلمنکی کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:

"**الإمام المحقق المحدّث الحافظ الأثري ...**"

امام محقق محدّث حافظ اثری (سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۶۷)

نیز دیکھئے فقرہ: ۷

۹۵) کئی حنفی وغیر حنفی فقہاء نے ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا: "**لسنا مقلّدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه .**" "ہم شافعی کے مقلدین نہیں ہیں بلکہ ہماری رائے اُن کی رائے کے موافق ہوگئی ہے۔ (دیکھئے النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر لعبدالحئ اللکنوی ص ۷، تقریرات الرافعی ج۱ ص۱۱، التقریر والتحبیر ج۳ ص۴۵۳)

معلوم ہوا کہ (ان علماء کے نزدیک) علامہ ابوبکر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ القفال

المروزی الخراسانی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۷ھ) مقلدین میں سے نہیں تھے۔

۹۶) سابقہ حوالے سے ثابت ہے کہ قاضی ابو علی حسین المروزی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۲ھ) مقلدین میں سے نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۹۵

۹۷) ابو علی الحسن (الحسین) بن محمد بن شعیب السنجی المروزی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۲ھ) مقلدین میں سے نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۹۵

معلوم ہوا کہ جن علماء کو شافعی کہا جاتا ہے، وہ اپنے اعلان اور اپنی گواہی کے مطابق مقلدین میں سے نہیں تھے۔ نیز دیکھئے طبقات الشافعیہ الکبریٰ للسبکی (ج ۲ ص ۸۷ ترجمہ محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری) اور فقرہ: ۱۱

۹۸) شیخ الاسلام حافظ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم الحرانی عرف ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے فرمایا: ''**إنما أتناول ما أتناول منها على معرفتي بمذهب أحمد ، لا على تقليدي له** ''میں تو احمد کے مذہب سے وہی لیتا ہوں جس کی معرفت رکھتا ہوں، میں اُن کی تقلید نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعین لابن القیم ج ۲ ص ۲۴۱۔۲۴۲)

حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا: اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے، تو یہ قول کسی مسلمان کا نہیں ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۴۹)

اور فرمایا: کسی ایک مسلمان پر بھی علماء میں سے کسی ایک متعین عالم کی ہر بات میں تقلید واجب نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی شخص متعین کے مذہب کا التزام کسی ایک مسلمان پر واجب نہیں ہے کہ ہر چیز میں اسی کی پیروی شروع کردے۔

(مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۰۹، نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۰)

حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں اُن کے شاگرد حافظ ذہبی نے فرمایا:

" **المجتهد المفسر** " إلخ مجتہد مفسر (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۹۶ ت ۱۱۷۵)

۹۹) حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے تقلید کے رد پر ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' کے نام سے زبردست کتاب لکھی اور فرمایا: '' **و إنما حدثت هذه**

البدعة فی القرن الرابع المذموم علٰی لسان رسول اللّٰه ﷺ .''

اور (تقلید کی) یہ بدعت چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے جس (صدی) کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مقدس) زبان سے بیان فرمائی ہے۔

(اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۰۸، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۲)

اہلِ حدیث کے نزدیک سلف صالحین کے متفقہ فہم کی روشنی میں قرآن، حدیث اور اجماع پر عمل ہونا چاہئے اور تقلید جائز نہیں ہے۔ چونکہ حافظ ابن القیم بھی اسی مسلک کے قائل و فاعل تھے لہٰذا ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے اپنے خاص دیوبندی انداز میں کہا:

''**لأنا رأینا أن ابن القیم الذي هو الأب لنوع هذه الفرقة**'' کیونکہ ہم نے دیکھا کہ اس فرقے (یعنی اہلِ حدیث) کی قسم کے باپ ابن القیم ہیں۔

(اعلاء السنن ج ۲۰ ص ۸، عنوان: الدین القیم، ترجمہ از ناقل)

نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۱، سے پہلے تمہید۔

۱۰۰) حافظ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے کئی مقامات پر کھل کر تقلید کی مخالفت کی اور فرمایا:

''**و کل إمام یؤخذ من قوله و یترك إلا إمام المتقین الصادق المصدوق الأمین المعصوم صلوات اللّٰه و سلامه علیه ، فیا للّٰه العجب من عالم یقلد [دینه] إمامًا بعینه في [کل] ما قال مع علمه بما یرد علٰی مذهب إمامه من النصوص النبویه فلاقوة إلا باللّٰه .**'' اور ہر امام کا قول لیا بھی جاتا ہے اور ترک بھی کیا جاتا ہے، سوائے امام المتقین الصادق المصدوق الامین المعصوم (محمد ﷺ) کے، آپ پر اللہ کی بارگاہ سے صلوٰۃ وسلام ہو، پس اللہ کی قسم! تعجب ہے اس عالم پر جو اپنے دین میں کسی متعین امام کی تقلید کرتا ہے، اس کے ہر قول میں، اس علم کے باوجود کہ احادیثِ صحیحہ اس کے امام کے مذہب کو رد کر دیتی ہیں۔ **و لا قوة إلا باللّٰه**

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶، ترجمہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حافظ ذہبی کا آخر میں (لا حول) ولا قوۃ الا باللہ لکھنا اس کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک تقلید ایک شیطانی کام ہے لہٰذا اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس شیطانی کام سے ہمیشہ بچائے۔ آمین [نیز دیکھئے فقرہ:۱۱]

ہم نے اپنے دعوے اور لفظِ تقلید کی شرط کے مطابق ایک سو (۱۰۰) علمائے اُمت کے ایسے حوالے پیش کر دیئے ہیں جو صراحت کے ساتھ تقلید نہیں کرتے تھے یا تقلید کے مخالف تھے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک ثقہ وصدوق صحیح العقیدہ مستند امام سے مروجہ تقلید کا وجوب یا اس پر عمل ثابت نہیں اور دنیا کا کوئی شخص بھی اس تحقیق کے خلاف کسی مستند امام سے تقلید کے وجوب یا اس پر عمل کا ایک حوالہ پیش نہیں کرسکتا۔

ولو کان بعضهم لبعض ظهیرًا . والحمد لله

تنبیہ: ایک سو حوالوں والی اس تحقیق کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ جن علماء کا اس مضمون میں تذکرہ یا نام نہیں وہ تقلید کرتے تھے بلکہ تقلید کی ممانعت پر تو خیر القرون کا اجماع ہے۔

(دیکھئے الرد علیٰ من اخلد الی الارض ص ۱۳۱۔۱۳۲، اور دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۴۔۳۵)

ان کے علاوہ بہت سے اور علماء بھی تھے جن سے تقلید کے لفظ کی صراحت کے ساتھ اس (تقلید) کی ممانعت اور رد ثابت ہے۔ مثلاً:

۱: جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے تقلید کے رد پر ایک عظیم الشان کتاب:

''الرد علی من أخلد إلی الأرض وجهل أن الاجتهاد في کل عصر فرض''

لکھی اور اس میں ''**باب فساد التقلید**'' باندھا اور حافظ ابن حزم سے بطورِ تائید نقل کیا:

''**التقلید حرام**'' تقلید حرام ہے۔ (ص ۱۳۱)

سیوطی نے دوسری کتاب میں کہا: یہ کہنا واجب (فرض) ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔ (الکنز المدفون والفلک المشحون ص ۱۴۹، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۰۔۴۱)

۲: زیلعی حنفی (!) نے کہا: '' **فالمقلد ذهل و المقلد جهل** ''پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۱۹)

۳: عینی حنفی (!) نے کہا: '' **فالمقلد ذهل و المقلد جهل و آفة كل شيءٍ من التقليد** ''پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۷)

۴: طحاوی حنفی (!) سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: '' **وهل يقلّد إلا عصبي أو غبي** '' تقلید تو صرف وہی کرتا ہے جو متعصب یا بے وقوف ہوتا ہے۔ (لسان المیزان ج ۱ ص ۲۸۰)

۵: ابو حفص ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا: '' **و غالب ذلك إنما يقع (من) التقليد و نحن (براء منه) بحمد الله و منه.** ''اور عام طور پر ایسی باتیں تقلید کی وجہ سے واقع ہو جاتی ہیں اور ہم اس (تقلید) سے بری ہیں، اللہ کی تعریف اور اس کے احسان کے ساتھ۔ (البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۹۳)

۶: ابو زید قاضی عبید اللہ الدبوسی (حنفی !) نے فرمایا:

تقلید کا ماحصل (خلاصہ) یہ ہے کہ مقلد اپنے آپ کو جانوروں چوپایوں کے ساتھ ملا دیتا ہے... اگر مقلد نے اپنے آپ کو جانور اس لئے بنا لیا ہے کہ وہ عقل و شعور سے پیدل ہے تو اس کا (دماغی) علاج کرانا چاہئے۔

(تقویم الادلہ فی اصول الفقہ ص ۳۹۰، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۲ ص ۱۶)

۷: الشیخ العالم الکبیر محمد فاخر بن محمد یحییٰ بن محمد امین العباسی السّلفی الہ آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۴ھ) تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ کتاب و سنت کے دلائل پر عمل کرتے اور خود اجتہاد کرتے تھے۔ (دیکھئے نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۵۰ ت ۶۳۶)

انھوں (فاخر الہ آبادی رحمہ اللہ) نے فرمایا: جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اجتہاد واجب ہے... تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی ہے۔'' (رسالہ نجاتیہ ص ۴۱۔۴۲، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۱)

عالم تو کتاب وسنت واجماع اور آثار سلف صالحین سے اجتہاد کرے گا جبکہ جاہل کا اجتہاد یہ ہے کہ وہ صحیح العقیدہ عالم سے کتاب وسنت کے مسائل پوچھ کر اُن پر عمل کرے اور یہ تقلید نہیں ہے۔

۸: ابوبکر یا ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ المعروف: ابن خواز منداذ البصری المالکی (متوفی چوتھی صدی ہجری کا آخر) نے فرمایا: ''**التقلید معناہ فی الشرع الرجوع إلٰی قول لا حجۃ لقائلہ علیہ و ذلک ممنوع منہ فی الشریعۃ و الإتباع ما ثبت علیہ حجۃ** '' شریعت میں تقلید کا معنی یہ ہے کہ ایسے قائل کے قول کی طرف رجوع کرنا جس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور ایسا کرنا شریعت میں ممنوع ہے، اور اتباع اسے کہتے ہیں جو دلیل سے ثابت ہو۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۲۳۱)

تنبیہ: اس قول کو حافظ ابن عبدالبر نے نقل کیا اور کوئی رد نہیں کیا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ ابن خویز منداد کے شاذ اقوال میں سے نہیں ہے۔ نیز دیکھئے لسان المیزان (ج ۵ ص ۲۹۲)

۹: معاصرین میں سے یمن کے مشہور شیخ مقبل بن ہادی الوادعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تقلید حرام ہے، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین میں (کسی کی) تقلید کرے۔ (تحفۃ المجیب علٰی اسئلۃ الحاضر والغریب ص ۲۰۵، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۳)

۱۰: سعودی عرب کے چیف جسٹس شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ نے فرمایا: میں بحمد اللہ متعصب نہیں ہوں لیکن میں کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کرتا ہوں، میرے فتووں کی بنیاد قال اللہ اور قال الرسول پر ہے، حنابلہ یا دوسروں کی تقلید پر نہیں ہے۔

(الاقناع ص ۹۲، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۳)

۱۱: ابن الجوزی کی عدمِ تقلید کے لئے دیکھئے اُن کی کتاب: المشکل من حدیث الصحیحین (ج ۱ ص ۸۳۳) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۰ ص ۷

بریلویوں کے پیر سلطان باہو نے کہا:

''کلید سراسر جمعیت ہے اور تقلید بے جمعیتی اور پریشانی بلکہ اہلِ تقلید جاہل اور حیوان سے بھی

بدتر ہوتے ہیں۔" (توفیق الہدایت ص۲۰ طبع پروگریسو بکس لاہور)

سلطان باہو نے مزید کہا: "اہلِ توحید صاحبِ ہدایت، عنایت اور تحقیق ہوتے ہیں۔ اہلِ تقلید صاحبِ دنیا اہلِ شکایت اور مشرک ہوتے ہیں۔" (توفیق الہدایت ص۱۶۷)

ایک سو حوالوں میں ذکر کردہ علماء اور بعد کے مذکورین کے مقابلے میں دیوبندی اور بریلوی فرقوں کے علماء یہ کہتے ہیں کہ تقلید واجب ہے اور گذشتہ ادوار کے علماء مقلدین تھے۔!!!

ان آلِ تقلید کے چار حوالے اور آخر میں اُن کا ردپیشِ خدمت ہے:

۱۔ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے کہا: "دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں اُن کا مقلد نہیں ہوں۔" (سوانح قاسمی ج۲ ص۲۲)

۲۔ محمود حسن دیوبندی نے ایک مسئلے کے بارے میں کہا:

حق وانصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم (تقریر ترمذی ص۳۶، دین میں تقلید کا مسئلہ ص۲۴)

۳۔ احمد رضا خان بریلوی نے ایک رسالہ لکھا: "أجلی الأعلام أن الفتویٰ مطلقًا علٰی قول الإمام" یعنی فتویٰ مطلقاً امام ابوحنیفہ کے قول پر ہی ہوگا۔!

تقلید کے بارے میں جھوٹ بولتے ہوئے اور دھوکا دیتے ہوئے احمد رضا خان بریلوی نے کہا: "خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمۂ دین وعلمائے کاملین و اولیائے عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں..."

(فتاویٰ رضویہ ج۱۱ ص۳۸۷)

۴۔ احمد یار نعیمی بریلوی نے کہا: "کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔" (جاء الحق ج۲ ص۹۱، قنوت نازلہ دوسری فصل)

عرض ہے کہ گیارہ سو برس میں کسی ایک ثقہ وصحیح العقیدہ عالم سے آپ لوگوں کی مروّجہ

تقلید کے وجوب یا جواز کا قولاً یا فعلاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ میری طرف سے تمام آلِ دیوبند اور آلِ بریلی کو چیلنج ہے کہ اس تحقیقی مضمون میں ذکر شدہ سو (۱۰۰) مستند حوالوں کے مقابلے میں صرف دس (۱۰) حوالے پیش کر دیں جن میں یہ لکھا ہوا ہو کہ مسلمانوں پر چاہے (علماء ہوں یا عوام) ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد) میں سے صرف ایک کی تقلید واجب ہے اور باقی تینوں کی حرام ہے، اور مقلد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے امام کا قول چھوڑ کر قرآن اور حدیث پر عمل کرے۔ اگر ہے تو حوالہ پیش کریں!

اور اگر ایسا کوئی ثبوت نہیں، اور ہرگز نہیں بلکہ میرے ذکر کردہ حوالوں نے اس خودساختہ تقلیدی بُت کو ریزے ریزے کر کے ختم کر دیا ہے لہٰذا گیارہ سو سال کے علماء کا نام لے کر جھوٹا رعب نہ جمائیں۔ خیر القرون کے تمام سلف صالحین کا اجماع اور بعد کے جمہور سلف صالحین کا تقلید کی مخالفت اور رد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ سلف صالحین کے بالکل خلاف ہے۔ اگر مروجہ تقلید کو واجب کہا جائے تو کتاب و سنت اور اجماع کی مخالفت کے ساتھ ساتھ چودہ سو سال کے سلف صالحین کی مخالفت اور رد لازم آتا ہے جو کہ اصلاً باطل ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

آخر میں تقلید نہ کرنے والے علماء کے نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے پیشِ خدمت ہیں:

تنبیہ: نام کے سامنے مضمون کا فقرہ نمبر لکھا ہوا ہے۔

ابراہیم بن خالد الکلبی (۱۷)
ابراہیم بن محمد بن الحارث (۱۷)
ابن ابی شیبہ (۷۴)
ابن القیم (۹۹)
ابن الملقن (۵/۱۰۰)
ابن المنذر (۱۱)
ابن باز (۱۰/۱۰۰)
ابن تیمیہ (۹۸)
ابن جریر طبری (۱۴)
ابن حزم (۲۸)
ابن خزیمہ (۲۰)
ابن خواز منداد (۸/۱۰۰)
ابن شاہین (۲۱)
ابن عبدالبر (۲۹)

ختم شد [۲۵/ مارچ ۲۰۱۰ء]

محمد زبیر صادق آبادی

مسئلۂ تراویح اور الیاس گھمن کا تعاقب

محمد الیاس گھمن دیوبندی صاحب پریشان ہیں کہ دیوبندیوں کی مساجد میں بعض نمازی آٹھ (۸) رکعات تراویح پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور بعض لوگ بیس (۲۰) پڑھتے ہیں لہٰذا اس پریشانی کی وجہ سے الیاس گھمن صاحب نے دیوبندی عوام کو مطمئن کرنے کے لئے چھ (۶) روایات پیش کی ہیں۔ راقم الحروف نے اس پورے مضمون کو من وعن نقل کر کے اس کا تجزیہ اور جواب لکھا ہے جو کہ پیشِ خدمت ہے:

گھمن کی ''دلیل نمبرا: **قال الامام الحافظ حمزة بن یوسف السهمی حدثنا ابو الحسن علی بن محمد بن احمد القصری الشیخ الصالح حدثنا عبدالرحمن بن عبدالمؤمن العبد الصالح قال؛ اخبرنی محمد بن حمید الرازی حدثنا عمر بن هارون حدثنا ابراهیم بن الحناز عن عبد الرحمن عن عبدالملك بن عتیك عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما قال خرج النبی ﷺ ذات لیلة فی رمضان فصلی الناس اربعة و عشرین رکعة و اوتر بثلاثة .** ①

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان شریف کی ایک رات تشریف لائے۔ لوگوں کو چار رکعات فرض، بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھائی۔

....

(۱) تاریخ جرجان لحافظ حمزة بن یوسف السھمی ص۱۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ''

(دیوبندی رسالہ: قافلۂ حق یعنی قافلۂ باطل جلد نمبر۴ شمارہ نمبر۳ ص۶۲، مسئلہ 20 تراویح ... دلائل کی روشنی میں)

الجواب: گھمن نے ترجمہ میں بددیانتی کی ہے ''چار رکعات فرض'' کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کیونکہ اس من گھڑت روایت سے چوبیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا تھا جو گھمن کے خودساختہ مسلک کے خلاف ہے، مثال کے طور پر بعض ضعیف روایات میں ہے کہ ''لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۳ رکعات پڑھتے تھے'' گھمن کے اصول اور خود

ساختہ ترجمے کے مطابق اس روایت کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ ''لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں چار رکعات فرض، سولہ رکعات نماز تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے ''

اب آلِ دیوبند ہی بتائیں کیا اُن کے نزدیک یہ ترجمہ صحیح ہے؟!

اس روایت کے ایک راوی محمد بن حمید الرازی کے متعلق خان بادشاہ بن چاندی گل دیوبندی نے لکھا ہے: ''کیونکہ یہ کذاب اور اکذب اور منکر الحدیث ہے...''

(القول المبین فی اثبات التراویح العشرین والرد علی الالبانی المسکین ص ۳۳۴)

آل دیوبند کے مفتی جمیل نے لکھا ہے: ''دوسری سند میں یعقوب قمی سے پہلے ایک نام محمد بن حمید رازی کا ہے۔ اس کے متعلق امام ذہبیؒ کہتے ہیں هو ضعيف وہ ضعیف ہے

یعقوب بن شیبہؒ کہتے ہیں كثير المناكير بہت منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں فيه نظر اس میں نظر (اعتراض ہے)

ابوزرعہؒ کہتے ہیں وہ جھوٹا ہے كذبه ابو زرعة

اسحاق کوسجؒ کہتے ہیں اشهد انه كذاب میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے

صالح جزرہؒ کہتے ہیں في كل شئ يحدثنا ما رأيت اجرأ على الله منه كان ياخذ احاديث الناس فيقلب بعضه على بعض (ہر چیز کے بارے میں حدیثیں بیان کرتا ہے اللہ پر اس سے زیادہ جری شخص میں نے نہیں دیکھا۔ لوگوں کی حدیثوں کو بدل دیتا ہے)

ابن خراشؒ کہتے ہیں كان والله يكذب خدا کی قسم! وہ جھوٹا ہے

امام نسائیؒ فرماتے ہیں ليس بثقه وہ معتبر نہیں ہے (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹، ۵۰) ''

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۳۰۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''رہا محمد بن حمید رازی، تو امام سخاوی۔ نسائی۔ یعقوب بن شیبہ۔ جوزجانی۔ ابوزرعہ، ابن خراش اور ابونعیم نے اُس کی تضعیف کی ہے۔ ابن خزیمہ سے ابوعلی نے کہا کہ آپ محمد بن حمید سے حدیث کیوں نہیں لیتے حالانکہ امام احمدؒ ان سے روایت لیتے تھے، آپ نے فرمایا امام احمد پر اُس کا وہ حال نہ کھلا تھا جو ہم پر کھلا، اگر امام احمدؒ بھی اُن

کے حالات سے باخبر ہوتے تو ہر گز اُسے اچھا نہ سمجھتے۔ اسحاق کوسج کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ کذاب تھا۔ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں کہ وہ حدیثوں میں ردوبدل کر دیتا تھا اور بڑا دروغ گو تھا (تہذیب التہذیب ص۱۲۹ ج ۹، میزان الاعتدال ص۵۰ ج ۳)''

(تجلیات صفدر ۳/۲۲۴)

قارئین کرام! گھمن کی نقل کردہ روایت کے راوی کا حال آپ نے آلِ دیوبند کی کتابوں سے ہی ملاحظہ فرما لیا، اب ایسے راوی کی روایت بیان کرنے والے کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی کا بیان بھی ملاحظہ فرمالیں۔ ماسٹر اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے۔

آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنے والے! کل قیامت میں تیرا کیا حال ہوگا؟

جہنم کا ٹھکانہ تو یقینی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۶/۷۶۔۷۷)

گھمن کی نقل کردہ روایت کا دوسرا راوی عمر بن ہارون بھی مجروح ہے۔

دیکھئے نصب الرایہ (۱/۳۵۱، ۳۵۵، ۴/۲۷۳)

گھمن کی ''دلیل نمبر۲: **قال الامام الحافظ المحدث عبد الله بن محمد بن ابی شیبة حدثنا یزید بن هارون قال انا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر.** [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

....

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶ حدیث نمبر ۱۳ باب کم یصلی فی رمضان من رکعة معجم الکبیر للطبرانی ج ۵ ص ۴۳۳ حدیث نمبر ۱۱۹۳۴'' (قافلہ...جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۶۳)

۱: اس روایت کے متعلق آل دیوبند کے بہت بڑے ''محقق'' انور شاہ کشمیری نے کہا:

''**و اما النبی ﷺ فصح عنه ثمان رکعات و اما عشرون رکعة فهو عنه**

علیه السلام بسند ضعیف و علیٰ ضعفه اتفاق ''

آٹھ رکعات نماز تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہیں اور بیس رکعت کی جو روایت ہے وہ ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ١٦٦/١)

٢: ابن عابدین شامی نے بھی کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ دیکھئے منحۃ الخالق (٦٦/٢)

٣: آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام حنفی نے بھی فرمایا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(فتح القدیر ٤٠٧/١ دوسرا نسخہ ٤٦٧/١، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ٣/ ٢٤٤۔٢٤٥)

٤: آل دیوبند کے ''امام'' زیلعی حنفی نے بھی کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (نصب الرایہ ١٥٣/٢)

اتفاق کا مطلب ماسٹر امین اوکاڑوی کے نزدیک اجماع ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ٢٢٥/٢)

اور اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک حدیث اس طرح نقل کی ہے: ''آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات ١٨٩/٦)

٥: آل دیوبند کے ''امام اہل سنت'' عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: ''اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔ مگر...'' (علم الفقہ ص ١٩٨ حصہ دوم دوسرا نسخہ ص ١٩٥)

تنبیہ: اس کے بعد لکھنوی نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ ''فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا اور جماعت قائم کردی۔''

اس لکھنوی جھوٹ کے برعکس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم ثابت ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

٦: آل دیوبند کے ''مولانا'' امجد سعید نے ابراہیم بن عثمان کی اسی روایت کے بارے

میں لکھا ہے: ''ہم مانتے ہیں یہ روایت ضعیف ہے لیکن اس روایت کا ضعف...''

(سیف حنفی ص ۱۸۸)

۷: آل دیوبند کے ''شہید اور مفتی'' محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے: ''مگر اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان راوی کمزور ہے۔ اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں مگر جیسا کہ...'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۲۷۱۔۲۷۲ حصہ دوم، دوسرا نسخہ ص ۴۷۵)

۸: جمیل احمد نذیری نے اسی روایت کے متعلق لکھا ہے: ''اس کے سلسلۂ سند میں بھی ایک ضعیف راوی ابراہیم بن عثمان موجود ہے۔'' (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۳۰۴)

ان عبارات میں اگر مگر اور لیکن وغیرہ والی باتیں تو جھوٹ اور فراڈ ہیں، ان کے علاوہ بھی آلِ دیوبند کے کئی اکابر نے اس حدیث یا اس کے راوی ابراہیم بن عثمان پر جرحیں کی ہیں مثلاً:

۹: محمد زکریا دیوبندی تبلیغی جماعت والے (اوجز المسالک ۱/ ۳۹۷)

۱۰: آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم ۲/ ۳۲۰)

۱۱: آل دیوبند کے ''محقق'' نیموی (آثار السنن ص ۲۵۴ دوسرا نسخہ ص ۲۰۴)

۱۲: ''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی (کفایت المفتی ۳/ ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۹، ۳۶۳)

۱۳: محمد یوسف بنوری (معارف السنن ۲/ ۵۴۶)

۱۴: آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی (درس ترمذی ۲/ ۲۵۹، ۳/ ۳۰۴)

۱۵: طحطاوی حنفی (مراقی الفلاح ص ۴۱۱)

۱۶: خیر محمد جالندھری (خیر الفتاویٰ ۲/ ۵۸۷)

۱۷: بدرالدین عینی حنفی (عمدۃ القاری ۱۱/ ۱۲۸)

۱۸: ابوبکر غازیپوری (ارمغان حق ۱/ ۶۰)

۱۹: آل دیوبند کے ''مفتی'' عزیز الرحمٰن نے مختلف قلابازیوں کے ساتھ تسلیم کیا ہے:

''ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ کچھ مضر نہیں...''

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاویٰ ۱/ ۲۴۹)

٢٠: عبدالحیٔ لکھنوی (التعلیق الممجد ص١٤٢، تحفۃ الاخیار ص٥٠، مجموعہ فتاویٰ ١/٣٣١)

٢١: رشید احمد گنگوہی (الرای النجیح مندرجہ مجموعہ رسائل: ١٨٠، تالیفاتِ رشیدیہ ص٣١٥)

٢٢: قدوری حنفی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے: "و لأن أبا شيبة إبراهيم بن عثمان قاضي واسط كذاب" اور کیونکہ بے شک واسط کا قاضی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کذاب (جھوٹا) ہے۔ (التجرید ٢/٢٠٣ فقرہ: ٦٣٢ طبع مکتبہ محمودیہ قندھار افغانستان)

ان کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن ہم نے صرف آل دیوبند اوران کے اکابر پر اکتفا کیا ہے۔ نیز گھمن کی نقل کردہ روایت کا تعلق دیوبندی اصولوں کے مطابق تراویح کے ساتھ بنتا ہی نہیں کیونکہ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: "تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے" (حدیث اور اہلحدیث ص٦٧١)

اور گھمن کی نقل کردہ روایت کی ایک سند میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ رکعتیں بغیر جماعت کے تھیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ٢/٤٩٦)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے گھمن کی نقل کردہ روایت کے متعلق لکھا ہے:

"یہ گھر کا واقعہ ہے جو بغیر جماعت کا ہے، اِسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور..." (تجلیات صفدر ٣/٢٢٩)

پس گھمن کی نقل کردہ اس روایت سے بیس رکعات تراویح تو ثابت نہ ہوئیں البتہ یہ ثابت ہوگیا کہ آل دیوبند ایک بے اصول اور متناقض ومتعارض فرقہ ہے۔

گھمن کی "دلیل نمبر٣: عن أبي بن كعب رضي الله عنه ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه امر ابي بن كعب رضي الله عنه ان يصلي بالليل في رمضان فقال ان الناس يصومون النهار لا يحسنون ان يقرأ وافلو قرأت القرآن عليهم بالليل . فقال: يا امير المؤمنين ! هذا شئ لم يكن . فقال ؛ قد علمت و لكنه احسن . فصلى بهم عشرين ركعة . ②

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب

رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأۃ (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

....

(۲) اتحاف الخیرۃ المہرۃ علی المطالب العالیہ ج ۲ ص ۴۲۴ حدیث ۲۳۹۰ "

(قافلہ...جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۶۳)

الجواب: الیاس گھمن نے اس روایت کو بلا سند نقل کیا ہے جبکہ باقی روایات کو باسند ذکر کیا ہے، اس روایت کی سند نہ نقل کرنے میں کیا حکمت تھی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔؟!

البتہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو جعفر الرازی ہے، اسی ابو جعفر نے ایک روایت یوں بیان کی کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں وفات تک ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے۔"

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰۱)

یہ روایت چونکہ آل دیوبند کے مسلک کے خلاف تھی، اس لئے انھوں نے ابو جعفر الرازی پر جرح نقل کر کے مذکورہ روایت کو ضعیف قرار دیا۔ چنانچہ:

ا: ابن ترکمانی حنفی کے کلام کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے: "میں کہتا ہوں یہ روایت صحیح کس طرح ہوئی جب ربیع بن انس سے روایت کرنے والا ابو جعفر الرازی متکلم فیہ ہے، امام احمد اور امام نسائی نے کہا ہے کہ قوی نہیں ابو زرعہ یہم کثیرا کہتے ہیں فلاس فرماتے ہیں سیئ الحفظ ہے ابن حبان کا کہنا ہے مشاہیر سے مناکیر روایت کرتا ہے۔" (الجوہر النقی ۲/۲۰۱)

اس کے علاوہ ابو جعفر الرازی کی روایت کو

۲: آل دیوبند کے "امام" زیلعی حنفی نے نصب الرایہ (۲/۱۳۲) میں ضعیف کہا۔

۳: آل دیوبند کے "شیخ الاسلام" ابن ہمام نے ضعیف کہا۔ (فتح القدیر ۱/۳۷۵)

۴: آل دیوبند کے "محقق" نیموی نے ضعیف کہا۔ (آثار السنن: ۲۱۱)

۵: زکریا دیوبندی تبلیغی جماعت والے نے ضعیف کہا۔ (اوجز المسالک ۱۲۳/۲)

۶: آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے ابوجعفر الرازی کی بیان کردہ روایت کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ''تو اس کی سند میں ابوجعفر رازی ہے اس پر خاصا کلام ہے۔'' (خزائن السنن حصہ دوم ص ۱۴۹، نمبر مسلسل ص ۳۹۹)

بریلوی ''شیخ الحدیث'' غلام رسول سعیدی نے ضعیف کہا۔ (شرح صحیح مسلم ۳۲۷/۲)

گھمن کی ''دلیل نمبر۴'': **قال الامام الحافظ المحدث علی بن الجعد الجوھری حدثنا علی انا ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمرؓ فی شھر رمضان بعشرین رکعة و ان کانوا لیقرؤون بالمئین من القرآن .** ③

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے اور قرآن مجید کی دوسو آیات پڑھتے تھے۔

....

(۳) مسند ابن الجعد ص ۴۱۳ حدیث نمبر ۲۸۲۵ و معرفۃ السنن والاثار بیہقی ج ۲ ص ۳۰۵ حدیث نمبر ۱۳۶۵ باب قیام رمضان۔ '' (قافلہ...ج۴ ص ۶۳ شمارہ نمبر۳)

الجواب: اس روایت کے ترجمہ میں گھمن نے لفظ ''پابندی'' کا اضافہ کر دیا ہے جبکہ انوار خورشید نے یہ لفظ نہیں لکھا۔ (دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص ۶۴۰)

اس روایت کی سند میں ایک راوی یزید بن خصیفہ ہیں، انھوں نے اپنے سے زیادہ ثقہ محمد بن یوسف کی مخالفت کی ہے لہٰذا یہ روایت شاذ ہے۔

[تنبیہ: روایتِ مذکورہ میں علی بن الجعد نے ''أنا علي'' نہیں کہا بلکہ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی نے ''أنا علي'' یعنی ہمیں علی بن الجعد نے روایت بیان کی، کہا ہے لہٰذا قافلۂ باطل میں نقلِ مذکور گھمن کی جہالت کا شاہکار ہے۔]

قارئین کرام! اگر اس روایت کی سند صحیح بھی ثابت ہو جاتی تو یہ روایت منسوخ تھی کیونکہ گھمن کے ترجمہ کے مطابق بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ''لوگ'' بیس رکعات

پڑھتے تھے، عرض ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں اور پھر انھوں نے لوگوں کو گیارہ رکعات ہی پڑھائیں اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اپنا عمل بھی گیارہ رکعات پڑھنا ہی بتایا۔

اتنی وضاحت کے باوجود (نامعلوم) لوگوں کے عمل پر اصرار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ہم قارئین کے اطمینان کے لئے ''تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' سے بعض اضافے کے ساتھ تینوں روایات نقل کر دیتے ہیں:

دلیل نمبر۱: سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔

(موطأ امام مالک ۱۱۴/۱ ح ۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴۹۶/۲)

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

① شرح معانی الآثار (۲۹۳/۱) واحتج بہ

② المختارۃ للحافظ ضیاء المقدسی (بحوالہ کنز العمال ۴۰۷/۸ ح ۲۳۴۶۵)

③ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (ق ۳۶۸،۳۶۷/۲ مطبوع ۳۰۵/۲ ح ۱۳۶۶ ب)

④ قیام اللیل للمروزی (ص ۲۰۰)

⑤ مصنف عبدالرزاق (بحوالہ کنز العمال ح ۲۳۴۶۵)

⑥ مشکوٰۃ المصابیح (ص ۱۱۵ ح ۱۳۰۲)

⑦ شرح السنۃ للبغوی (۱۲۰/۴ تحت ح ۹۹۰)

⑧ المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی (۴۶۱/۲)

⑨ کنز العمال (۴۰۷/۸ ح ۲۳۴۶۵)

⑩ السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۳/۳ ح ۴۶۸۷)

اس فاروقی حکم کی سند بالکل صحیح ہے، اور اس کی دس (۱۰) دلیلیں درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر۱: اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں اور سند متصل ہے۔

دلیل نمبر۲: اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے۔

دلیل نمبر۳: اسی سند کے ساتھ ایک روایت صحیح بخاری کتاب الحج میں بھی موجود ہے۔ (ح۱۸۵۸)

دلیل نمبر۴: شاہ ولی اللہ الدہلوی نے ''اہل الحدیث'' سے نقل کیا ہے کہ موطأ کی تمام احادیث صحیح ہیں اور یہ موطأ کی روایت ہے۔ (دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ ۲/۲۴۱، اردو)

دلیل نمبر۵: طحاوی حنفی نے " **فھٰذا یدل** " کہہ کر یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ۱/۲۹۳)

دلیل نمبر۶: ضیاء المقدسی نے المختارہ میں یہ اثر لا کر اپنے نزدیک اس کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے۔ (دیکھئے اختصار علوم الحدیث ص ۷۷)

دلیل نمبر۷: امام ترمذی نے اس جیسی ایک سند کے بارے میں کہا: '' **حسن صحیح** '' (ح۹۲۶)

دلیل نمبر۸: اس روایت کو متقدمین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

دلیل نمبر۹: علامہ باجی نے بھی اس اثر کو تسلیم کیا ہے۔ (موطأ بشرح الزرقانی ۱/۲۳۸ ح۲۴۹)

دلیل نمبر۱۰: مشہور غیر اہلِ حدیث محمد بن علی النیموی (متوفی: ۱۳۲۲ھ) نے اس روایت کے بارے میں کہا: '' **و إسناده صحیح** '' اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۲۵۰)

دلیل نمبر۲: مصنف ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) میں ہے کہ '' **إن عمر جمع الناس علیٰ أبي و تمیم فکانا یصلیان إحدیٰ عشرۃ رکعۃ إلخ** '' بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اُبی (بن کعب) اور تمیم (الداری) رضی اللہ عنہما پر جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (۲/۳۹۲ ح۷۶۷۰)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے سارے راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر٣: سیدنا السائب بن یزید (صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

" كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بإحدىٰ عشرة ركعة ...... " إلخ

ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے ...الخ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ١/٣٤٩ وحاشیہ آثار السنن ص ٢٥٠)

اس روایت کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

جلال الدین سیوطی (متوفی ٩١١ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" وفي مصنف سعيد بن منصور بسند في غاية الصحة "

اور یہ (گیارہ رکعات والی روایت) مصنف سعید بن منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے۔

(المصابیح فی صلوٰۃ التراویح للسیوطی ص ١٥، الحاوی للفتاوی ١/٣٥٠)

لہٰذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

گھمن کی "دلیل نمبر٥: **قال الامام الحافظ المحدث ابو بكر البيهقي اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينورى بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحاق السنى انبأ عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوى ثنا على بن الجعد انبا ابن ابى ذئب عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة قال و كانوا يقرئون بالمئين و كانوا يتوكئون على عصيهم فى عهد عثمان بن عفان رضى الله عنه من شدة القيام .** ①

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی دوسو آیات تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قیام کے (لمبا ہونے کی وجہ سے) اپنی (لاٹھیوں) پر ٹیک لگاتے تھے۔

....

(۱) سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۴۹۶ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ''

(قافلہ ج ۴ شمارہ ۳ ص ۶۴)

اس روایت کی سند بھی علی بن جعد سے لے کر سائب بن یزید رضی اللہ عنہ تک وہی ہے جو دلیل نمبر ۴ کے تحت گزر چکی ہے، البتہ سند نقل کرتے ہوئے خود گھمن سے یا کمپوزر سے یزید بن خصیفہ کا واسطہ گر گیا ہے یا پھر یہ حرکت جان بوجھ کر کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

اور اگر ایسی غلطی کسی مخالف سے ہو جاتی تو گھمن اینڈ پارٹی سے کوئی بعید نہ تھا کہ اسے بددیانتی قرار دیتے۔ نیز گھمن مذکور کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ آلِ دیوبند کی انتہائی معتبر کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' (ص ۶۴۷) کے مطابق ۸۳ھ سے پہلے ہی لوگوں نے یہ کام شروع کر رکھا تھا کہ بیس دن تک تو بیس رکعتیں پڑھتے اور آخری نو یا دس دنوں میں ۲۴ رکعتیں پڑھتے تھے اور قنوت دوسرے نصف (یعنی ۱۴ یا ۱۵ دن ہی) میں پڑھتے تھے جبکہ آلِ دیوبند کا عمل بھی ''لوگوں'' کے اس عمل کے خلاف ہے۔ ''لوگوں'' نے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دور میں سجدہ کے وقت تکبیر بھی چھوڑ رکھی تھی۔ (سنن نسائی ۲/۱۲۴ ح ۱۸۸۴)

نیز دیکھئے آلِ دیوبند کی کتاب: ''غیر مقلدین کیا ہیں؟'' (ج ۱ ص ۵۲۵۔۵۲۶)

گھمن کی ''دلیل نمبر ۶: **قال الامام الحافظ المحدث ابو داؤد حدثنا شجاع بن مخلد نا هشيم انا يونس بن عبيد عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه جمع الناس على ابي بن كعب في قيام رمضان، فكان يُصلي بهم عشرين ركعة** ②

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھنے کے لئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر لوگوں کو جمع کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کو بیس رکعات (نماز تراویح) پڑھاتے تھے۔

....

(۲) سنن ابی داؤد ص ۴۲۹ باب القنوت فی الوتر، طبع عرب، سیر اعلام النبلاء امام ذہبی ج ۳ ص ۱۷۶''

(قافلہ ج ۴ ص شمارہ ۳ ص ۶۴)

الجواب: اولاً یہ روایت **عشرين ركعة**، کے الفاظ سے قطعی طور پر ثابت نہیں بلکہ آلِ

دیوبند نے سنن ابی داود میں تحریف کی ہے، تفصیل کے لئے تحفہ حنفیہ کی طرف مراجعت کریں۔

ثانیاً: متنِ روایت میں صحیح الفاظ **عشرین لیلة** (بیس راتیں) کے ہیں، رہا یہ مسئلہ کہ جامع المسانید اور سیر اعلام النبلاء میں رکعة کا لفظ ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ سیر میں تصحیف ہے اور مسانید میں کتابت کی غلطی ہے۔ حافظ ابن کثیر اور حافظ ذہبی سے قبل امام بیہقی نے السنن الکبری (۴۹۸/۲) میں، نیز ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر (۳۷۵/۱) میں **عشرین لیلة** کے الفاظ نقل کئے ہیں اور حافظ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کے معاصر امام مزی (متوفی ۷۴۲ھ) نے تحفة الاشراف (۱۲/۱) ابن ملقن نے البدر المنیر (۳۶۶/۳) زیلعی حنفی نے نصب الرایہ (۱۲۶/۲) اور خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ (۱۲۹۳) میں مذکورہ روایت کو **عشرین لیلة** کے الفاظ سے ہی سنن ابی داود سے نقل کیا ہے، نیز بعد میں ابن نجیم (البحر الرائق ۴۰/۲) اور حلبی (مستملی ص ۴۱۶) نے لیلة کے لفظ سے ہی ذکر کیا ہے۔ ملخصاً

تنبیہ: حال ہی میں محمد عوامہ حنفی تقلیدی کی تحقیق سے سنن ابی داود کا جو نسخہ چھپا ہے، اس میں سات آٹھ نسخوں کو سامنے رکھا گیا ہے، اس نسخے میں بھی **عشرین لیلة** ہی ہے۔

محمد عوامہ نے لکھا ہے: ''**من الأصول کلھا**'' سارے کے سارے بنیادی نسخوں میں یہی الفاظ ہیں۔ (سنن ابی داود بتحقیق محمد عوامہ ۲۵۶/۲)

روایتِ مذکورہ کے متن کا ترجمہ اور مفہوم درج ذیل ہے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا اور انھیں بیس راتیں نماز پڑھاتے رہے اور قنوت صرف آخری نصف میں پڑھا کرتے اور آخری دس دنوں میں سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز گھر میں ہی پڑھتے اور لوگ کہتے: اُبی بھاگ گئے۔ (سنن ابی داود: ۱۴۲۹)

متنِ روایت پر غور کریں، اس میں رمضان کے مہینے کو تین عشروں میں تقسیم کیا گیا ہے، آخری دس دنوں میں سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز گھر میں پڑھا کرتے، جبکہ رمضان کی پہلی بیس راتوں میں سے قنوت صرف نصف آخر میں پڑھا کرتے تھے۔ بلفظِ دیگر رمضان کے

صرف درمیانی دس دنوں میں ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔اگر یہاں لیلۃ کے بجائے رکعۃ کا لفظ رکھا جائے تو متنِ روایت کا یہ مفہوم بن جاتا ہے کہ بیس رکعات میں سے آخری دس دنوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے، حالانکہ بیس رکعات تراویح کے قائلین سارا مہینہ قنوت پڑھتے ہیں۔ثابت ہوا کہ لفظ رکعۃ نہیں بلکہ لیلۃ ہے۔اس اندرونی گواہی کو چھپانے کے لئے گھمن صاحب نے یہ چال چلی ہے کہ متنِ روایت کو تقلیدی آری سے ذبح کرتے ہوئے مکمل نقل ہی نہیں کیا۔ (ملخصاً از افادات مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ)

قارئینِ کرام! یہاں تو متن روایت کی بحث تھی، اب اس روایت کی سند پر بحث ملاحظہ فرمائیں:

ا: آلِ دیوبند کے نزدیک بڑے معتبر حنفی امام بدرالدین عینی نے لکھا ہے: " **ان فیہ انقطاعًا فإن الحسن لم یدرك عمر بن الخطاب** " اس روایت میں انقطاع ہے کیونکہ حسن بصری نے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو نہیں پایا۔(شرح سنن ابی داود ۳۴۳/۵)

قارئین کرام! اگر حسن بصری کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہ ہو اور کوئی بریلوی "مولوی" اس روایت کو دلیل بنائے تو آلِ دیوبند کے "امام" سرفراز خان صفدر اسے یوں سمجھاتے ہیں: "مولوی صاحب کا اس حدیث سے استدلال باطل اور مردود ہے اوّلاً اس لیے کہ اس کی سند میں الحسن البصریؒ (المتوفی ١١٠ھ) عن عمرانؓ بن حصینؓ ہے۔امام ابوحاتمؒ یحییٰ بن سعید القطانؒ، علی بن المدینیؒ اور ابن معینؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حسنؒ کی حضرت عمرانؓ سے سماعت ثابت نہیں ہے۔(دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲٦٨) اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:- **کان یرسل کثیرًا و یدلس** (تقریب ص ۸۷) حسنؒ کثرت سے ارسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ:-

و ھو مدلس فلا یحتج بقولہ عن من لم یدرکہ (تذکرہ ج ا ص ٦٧)

وہ مدلس ہیں جب وہ اس شخص سے روایت کریں جس سے ملاقات نہیں کی تو اُن کی بات

حجت نہیں ہے۔

جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے۔ تو اُصولِ حدیث کی رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہو گا؟'' (ازالۃ الریب ص ۲۳۷)

قارئین کرام! یہ گھر کی گواہی آپ نے ملاحظہ فرمالی تو آپ کی معلومات کے لئے مزید عرض ہے کہ گھمن کی نقل کردہ مکمل روایت چونکہ حنفی مذہب کے خلاف تھی جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے لہٰذا اسی لئے آلِ دیوبند کے اکابر بھی اسے بڑی شدومد سے ضعیف قرار دے چکے ہیں اور اب اُن کے نام باحوالہ درج کئے جاتے ہیں:

۱: آلِ دیوبند کے امام زیلعی حنفی کی تحقیق کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۲/۱۲٦)

۲: آلِ دیوبند کے امام ابن نجیم کی تحقیق کے لئے دیکھئے البحر الرائق (۲/۴۰)

۳: آلِ دیوبند کے امام حلبی حنفی کی تحقیق کے لئے دیکھئے مستملی (ص ۴۱٦)

۴: آلِ دیوبند کے ''محدث اور عقیدہ کے امام'' خلیل احمد سہارنپوری کی تحقیق کے لئے دیکھئے بذل المجہود (۲/۳۲۹)

تنبیہ: اگر سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح گھمن اینڈ کمپنی کے لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ نہیں تو پھر گھمن کا مذکورہ روایت سے استدلال باطل اور مردود کیوں نہیں؟

گھمن صاحب کی پیش کردہ روایتوں کا حشر آپ نے دیکھ لیا، لہٰذا یہ کہنا:

''ان احادیث کے علاوہ بھی ہمارے پاس کئی ایک احادیث موجود ہیں...'' کوئی معنی نہیں رکھتا اور اگر یہ لوگ ایسی کوئی روایت آئندہ پیش کریں گے تو اہلِ حدیث اس کی تحقیق کر کے ان لوگوں کو دندان شکن جواب دیں گے۔ ان شاءاللہ

گیارہ رکعات تراویح (۸ + ۳ مع وتر) کے مفصل دلائل اور شبہاتِ مخالفین کے جوابات کے لئے دیکھئے کتاب: ''تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' اور الحدیث: ۲۹ ص ۴۷۔ ۵۰ (آٹھ رکعات تراویح اور غیر اہلِ حدیث علماء)

ضروری اعلانات

☆ ایک بدعتی نے قافلۂ باطل میں ''فضل ربانی'' کے نام سے ابن فرقد کے بے دلیل دفاع کے لئے تارِ عنکبوت بُنا ہے۔اس کے دندان شکن اور مسکت جواب کے لئے دیکھئے: ''تصدیقِ تائیدِ ربانی فی جواب: مضمون فضل ربانی، ابطالِ مزاعمِ توثیقاتِ ابن فرقد الشیبانی'' شائع شدہ در ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا (ج ۱ شمارہ:۲ ص ۲۵۔۳۴)

☆ یعقوب بن ابراہیم پر جمہور محدثین کی جرح اور غیر مقبول توثیقات کے رد کے لئے دیکھئے: ''قاضی ابو یوسف اور آلِ دیوبند کی بے بسی'' (ماہنامہ ضربِ حق جلد ۱ شمارہ:۳ ص ۴۴۔۴۹)

☆ غالی بدعتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ دیکھئے: ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' (کتاب)
''غالی بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' (مضمون)
''کیا بدعتِ کبریٰ والے یعنی غالی بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟'' (مضمون)
اس آخری مضمون میں دلائلِ صحیحہ اور تیس (۳۰) حوالوں کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ غالی بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، نیز ہفت روزہ الاعتصام لاہور (جلد ۶۲ شمارہ: ۲۶، ۲۷) میں شائع شدہ ایک مضمون کا مدلل جواب بھی ہے۔ والحمدللہ

ان تمام مضامین اور کتابوں کے لئے دیکھئے: www.ircpk.com

☆ رمضان المبارک کے بعض مسائل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ:۶۴ بمطابق ستمبر ۲۰۰۹ء، شمارہ: ۱۷ ص ۴۴۔۴۶)

☆ تکبیراتِ عیدین بارہ (۱۲) ثابت ہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہئے۔ دیکھئے الحدیث (شمارہ:۶۶ بمطابق نومبر ۲۰۰۹ء، شمارہ: ۱۷ ص ۶۔۱۷)

☆ شوال کے چھ روزوں کے ثبوت اور زرولی خان دیوبندی کے کتابچے کا جواب: ''صحیح الاقوال فی استحباب صیام ستۃ من شوال'' (دیکھئے الحدیث: ۵۱ ص ۴۲۔۴۸)

☆ اگر بارش نہ ہو تو نمازِ عید کھلے میدان یا عیدگاہ میں پڑھیں۔ (دیکھئے الحدیث: ۶۷ ص ۸۔۱۰)